خطباتِ بہاولپور کا انداز و اسلوب

* ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی

محترم صدرِ مجلس، محترم مہمانِ خصوصی، اساتذہِ کرام اور عزیز طلباء و طالبات! میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس صدی کے ایک اہم عالم دین جن کو پورے یقین کے ساتھ میں اپنے دور کا ولی بھی سمجھتا ہوں، کی یاد میں یہ جلسہ منعقد کیا، اور ان کے بارے میں اظہارِ خیال کا موقع فراہم کیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی زندگی کے بیشمار گوشے ہیں جن کے بارے میں گفتگو کی جا سکتی ہے۔ جن پر اہل علم گفتگو کر رہے ہیں۔ ابھی آپ بہت سے اہل علم حضرات سے سن چکے ہیں اور بہت سے علماء سے سنیں گے۔ میں اس موقع پر صرف ''خطباتِ بہاولپور'' کے لحاظ سے گفتگو کروں گا۔ خطباتِ بہاولپور جس کا انعقاد اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور نے ۱۹۸۰ء میں کیا تھا (تقریباً ۲۳ سال پہلے) یہ وہ دور ہے اور وہ زمانہ ہے کہ جب ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علمی شخصیت مکمل طور پر نمایاں اور ظاہر ہو چکی تھی۔ ان کی بے شمار کتابیں، مقالات اہل علم سے اپنا لوہا منوا چکے تھے۔ بحث و تحقیق کے میدان میں ان کی شخصیت مسلّمہ تھی۔ ان کی وفات کے بعد یکم جنوری کے ڈان اخبار میں محترم ایس اے خان کا ایک مراسلہ شائع ہوا جو انہوں نے امریکہ سے لکھا تھا اس مراسلہ میں انہوں نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کے تحقیقی کارناموں کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کی ہیں۔ ان کی معلومات کے مطابق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ایک ہزار مقالات شائع ہوئے۔ ۱۷۰ کتابیں وہ تحریر کر چکے تھے۔ ان کی کچھ کتابیں براہِ راست مختلف زبانوں میں مثلاً فرانسیسی، انگریزی، عربی، اردو اور ترکی میں شائع ہوئیں۔ ان کے علاوہ بہت سی زبانوں میں ان کی کتب اور مقالات کے تراجم شائع ہوئے۔ فاضل مراسلہ نگار کے مطابق ۲۴ زبانوں میں ان کی کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔ میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب ڈاکٹر صاحب بہاولپور تشریف لائے تو ان کی شخصیت علمی اعتبار سے مسلّمہ تھی اور مختلف موضوعات پر وہ اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس پس منظر میں آپ دیکھیں کہ خطباتِ بہاولپور ان کی ساری علمی زندگی کا ایک نچوڑ تھا۔

* ڈائریکٹر جنرل، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

جوانہوں نے ''خطباتِ بہاولپور'' کی شکل میں ۱۲ خطبات کی صورت میں پیش کیا۔ درحقیقت ان کے ۱۲ خطبات میں گفتگو کا محور سیرتِ طیبہؐ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلامی فکری علوم، نظم مملکت و دفاع، قانون سازی، نظام تعلیم اور بین الاقوامی قانون وغیرہ پر سیرتِ طیبہ کی روشنی میں گفتگو فرمائی۔ ان خطبات کا مطالعہ کرنے والا ان کی علمی حیثیت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

خطباتِ بہاولپور کے عنوانات کچھ اس طرح ہیں تاریخ قرآن، تاریخِ فقہ، تاریخ اصولِ فقہ اور اجتہاد، اس طریقے پر یہ ایک تسلسل کے ساتھ آپ نے ۱۲ خطبات دیئے اور ان بارہ خطبات میں انہوں نے اپنے طویل مطالعہ کا نچوڑ پیش کر دیا۔ یہ علمی گفتگو محض ایک عالم دین کی گفتگو نہ تھی بلکہ ایک صاحب قلب ونظر ولی کی زندگی کا نتیجہ فکر تھی۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ جو مقبولیت ''خطباتِ بہاولپور'' کو حاصل ہوئی سیرتِ طیبہؐ پر اردو زبان میں کسی اور کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ اس کے نو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور بہت سے ناشران نے مختلف ناموں سے بھی ان خطبات کو یا کچھ منتخب خطبات کو شائع کیا ہے۔

یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ خطبات لوگوں کو بہت پسند ہیں۔ لوگ انہیں بہت دلچسپی سے پڑھتے ہیں ان کا اسلوب و انداز ایسا ہے کہ جہاں ایک بہت بڑا محقق اور عالم استفادہ کر سکتا ہے وہیں ان کے اندازِ گفتگو اور روانی سے عام آدمی بھی مستفید ہوتا ہے۔ ان خطبات میں جو اہم اور نمایاں چیز آپ کو نظر آئے گی وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے ان میں تقابلی مطالعہ کی طرف بڑی توجہ دی ہے۔ وہ مختلف مذاہب کا ایک تقابلی مطالعہ کرتے ہیں اور اس تقابلی مطالعہ میں آپ بہت مدلل انداز میں اسلام کی حجیت اور اس کی (Authority) اور اس کی (Authenticity) کو اس طریقے سے ثابت کرتے چلے جاتے ہیں کہ نہ ماننے والے اور غیر مسلم افراد بھی دلیل کی روشنی میں اس کو تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان خطبات کا ایک اسلوب تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب گفتگو کا آغاز کرتے ہیں تو وہ پہلے تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب وہ قرآن حکیم کے بارے میں یا تاریخ قرآن حکیم کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو جتنے بھی آسمانی مذاہب ہیں یا جن کے بارے میں آسمانی مذہب ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ ان سب کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں اور ان کی تعلیمات ان کی اپنی کتب سے پیش کر کے تقابل کرتے ہیں۔

وہ زردتشت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی نبوت کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں پھر اس امکان کے ساتھ وہ اوستا سے حوالے پیش کر کے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو پیش کرتے ہیں۔ وہ زردتشت کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اس میں کیا ہے اور ان کی تحریر و تقریر یا ان کی کتاب کا کیا کچھ آج محفوظ ہے۔ اسی طرح جو دوسری آسمانی کتابیں ہیں۔ ان کا بھی تذکرہ کرتے چلے جاتے ہیں ۔ یہاں یہودیت کا بھی تذکرہ ہے اور عیسائیت کا بھی ، یہودیوں کی جو کتاب آج موجود ہے وہ عہدِ نامہ قدیم کہلاتی ہے۔ عہدِ نامہ قدیم کے بارے میں ڈاکٹر صاحب بہت سے دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ یہ اپنی اصل شکل کے اندر محفوظ نہیں رہی۔ اور یہ کہ وہ کس طرح مختلف اوقات میں جلائی جاتی رہی اور کتنے عرصے تک ناپید رہی اور پھر یہ کہ اتنا عرصہ ناپید رہنے کے بعد کس طرح اور کس کی مساعی سے دوبارہ وجود میں آئی۔ عہد نامہ قدیم کے ناپید ہونے اور کئی صدیوں بعد تحریر میں لائے جانے کی تاریخ بیان کر کے وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ ان حالات میں اس کی اتھارٹی (Authoriy) یا حجیت کس حد تک برقرار رہتی ہے۔ عہد نامہ قدیم کی تاریخی حیثیت بیان کرنے کے بعد وہ قرآن حکیم کی طرف آتے ہیں۔ پھر قرآن پاک کی حجیت پورے دلائل اور شواہد کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔

یہاں ڈاکٹر صاحب دو چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں ایک تو یہ کہ قرآن کریم کے بارے میں جن لوگوں نے شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ان کے پیدا کردہ شبہات دور ہوتے چلے جائیں، ساتھ ہی یہ بھی کہ اس بات کو ثابت کیا جائے کہ قرآن کریم مسلمانوں کے لیے ان کی تہذیب وتمدن اور ان کی قانونی اور دستوری زندگی کے لیے ایک بنیادی مآخذ ہے۔ اس بنیادی مآخذ کی حجیت دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں بیک وقت اس پر ڈاکٹر صاحب گفتگو کرتے ہیں۔ ہندوستان میں پائے جانے والی کتابوں کو بھی وہ زیر بحث لاتے ہیں اور ہندومت کی کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ہندومت کو شاید بہت سے لوگ آسمانی مذہب تسلیم نہ کریں معلوم نہیں وہ کسی وقت آسمانی مذہب تھا یا نہیں لیکن ان کی کتابوں میں بعض ایسے اشارے ضرور ملتے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے ان کی تفصیلات آپ خطباتِ بہاولپور میں دیکھ سکتے ہیں۔ ''تورات'' کی تاریخ کو ڈاکٹر صاحب نے تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس کتاب، کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ صرف تراجم موجود ہیں جو یونانی زبان سے کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا ایک اور انداز یہ ہے کہ وہ نئی تحقیق اور جدید معلومات بھی ان خطبات میں فراہم کرتے ہیں خطبات سے متعلق جدید تحقیق جو مفید ثابت ہوسکتی تھیں اور عام لوگوں کے علم میں نہیں تھی انہیں بھی جمع کر دیا ہے اس طرح خطبات بہاولپور علم کا وہ سمندر ہے جہاں قدیم وجدید دونوں طرح کی معلومات ملتی ہیں۔ مثلاً تقابل کا یہ انداز دیکھیے کہ ڈاکٹر صاحب بائبل کی جدید تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتاتے ہیں کہ جرمنی میں کرسچین آرگنائزیشن نے مطالعہ کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی اس کمیٹی نے بائبل کا مطالعہ کیا اور ان تمام نسخوں کو جمع کیا جو اصل یونانی زبان سے ترجمہ ہوئے تھے ان میں سے کچھ مخطوطات کی شکل میں موجود تھے ان سب کو جمع کر کے مطالعہ کیا گیا اور اس کی روشنی میں ایک رپورٹ پیش کی گئی اس رپورٹ میں بتایا گیا کہ بائبل کے اندر دولاکھ سے زیادہ روایتی اختلاف پائے جاتے ہیں۔ اس رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد بعض لوگوں کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس قسم کا مطالعہ قرآن کریم کے بارے میں بھی کیا جائے چنانچہ میونخ یونیورسٹی میں قرآن کی تحقیق کے بارے میں ادارۂ قائم ہوا اس ادارے کے ڈائریکٹر سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ملاقات ۱۹۳۳ء میں ہوئی۔ ادارے کے ڈائریکٹر نے انہیں بتایا کہ اس ادارے میں قرآن کے نسخے، مخطوطات، مختلف علاقوں کے خطوں سے حاصل کردہ فوٹو جن کی تعداد ۴۳ ہزار سے زائد ہے موجود ہیں اور قرآن حکیم کے بارے میں بائبل کی طرح اختلاف وتضاد کی تلاش کا کام جاری ہے۔ اس کی ابتدائی رپورٹ شائع ہوئی جس کے اندر یہ بتایا گیا کہ قرآن کریم کے نسخوں کا ہم نے تقابلی مطالعہ کیا اور اس کے نتیجے میں ہمیں قرآن کریم میں کوئی اختلاف نظر نہیں آیا البتہ کچھ کتابت کی غلطیاں ہیں ایک نسخہ میں غلط لکھا گیا تو دوسرے نسخے میں صحیح لکھا ہوا ہے لیکن حقیقی کوئی روایت کا اختلاف نہیں ملا۔ اس رپورٹ میں اس بات کا اظہار بھی کیا گیا کہ یہ ایک ابتدائی رپورٹ ہے اور یہ کہ یہ تحقیق جاری رہے گی۔ جرمنی کا یہ ادارۂ دوسری جنگ عظیم میں بمباری کے دوران ختم ہو گیا اور پھر اس قسم کی کوئی کاوش ان کی طرف سے نہیں ہوئی بہرحال اس قسم کی معلومات ڈاکٹر صاحب فراہم کرتے چلے جاتے ہیں۔ بسا اوقات کھدائی کے دوران آثارِ قدیمہ کے تلاش کرنے والوں کو اگر کوئی چیز ملی ہے اور اس کے بارے میں کوئی رپورٹ شائع ہوئی ہے جو خطبات کے سامعین کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہے تو اس کا تذکرہ بھی آپ کو خطباتِ بہاولپور میں ملے گا۔

آثارِ قدیمہ کی رپورٹ کے حوالے سے عراق کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ وہاں ایک فرقہ پایا جاتا ہے جو

صابیہ کے نام سے ہے۔صابیہ سے مراد کیا ہے۔ان کی معلومات کیا ہیں اس کا دین کیا ہے ان کے پاس کوئی کتاب ہے تو کس شکل میں موجود ہے اس کے مندرجات کیا ہیں، کتنی مقدار میں ایک پیراگراف یا دو پیراگراف ہیں اور ان میں کیا کچھ ہے سب بتاتے جاتے ہیں اس کے علاوہ جو نئی معلومات ڈاکٹر صاحب کے علم میں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں اس طرح ان خطبات میں معلومات کا ایک خزانہ جمع ہے۔

تیسری چیز جو ہمیں خطباتِ بہاولپور میں مل رہی ہے وہ یہ ہے کہ بعض ان کتابوں سے ڈاکٹر صاحب نے متعارف کروایا جس سے برصغیر کے عام اہل علم واقف نہیں تھے۔یقینی بات ہے کہ محققین اور گہرا علم رکھنے والے تو واقف ہوں گے لیکن مجھ جیسے طالب علم جو یونیورسٹی کے عام اساتذہ ہوتے ہیں وہ بعض نایاب مگر علمی اعتبار سے بڑی اہم کتابوں سے پوری طرح واقف نہ تھے۔آپ خطبات میں دیکھیں گے کہ ڈاکٹر صاحب اس قسم کی نایات کتب کا بار بار حوالہ دیتے ہیں تا کہ اہل علم متوجہ ہوں اور ان سے استفادہ کریں۔مثلاً محمد بن حبیب البغدادی کی ''المحبر'' اور ''المنمق'' ہے ان میں بہت سی اہم تاریخی رواتیں اور بڑی اہم باتیں ملتی ہیں ان سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بھر پور استفادہ کیا ہے اور اپنے علم واستدلال کو اپنے مخاطبین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

اسی طرح خطباتِ بہاولپور میں بعض ایسی اہم چیزوں کی طرف توجہ دلائی ہے جن کی طرف اہل علم نے کوئی خاص توجہ نہیں دی مثلاً امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کے اصولِ فقہ پر تحریر جو انہوں نے کتاب الرائے کے نام سے مرتب کی تھی۔یہ کتب اگرچہ ہم تک نہیں پہنچ سکیں لیکن امام محمد الشیبانی کی کتاب کے بعض مندرجات ابوالحسین المعتزلی کی مشہور کتاب ''المعتمد فی اصول الفقہ'' میں آ گئے ہیں۔اس کتاب کی تحقیق وتدوین کا کام ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ہی انجام دیا ہے۔

زید بن علی کی کتاب ''المجموع فی الفقہ'' کا تعارف بھی ہمیں ان خطبات میں ملتا ہے زید بن علی امام ابوحنیفہ کے معاصر تھے لیکن عمر میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بڑے تھے،فقہ پر ان کی گہری نگاہ تھی، ''المجموع'' فقہ اسلامی کی ایک قدیم ترین کتاب ہے اس میں فقہی احکام اُسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب سے بعد کی فقہ کی کتابوں میں ہوئے ہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت زید بن علی کے طرز استدلال اور ان کے فقہی اصولوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ان کتابوں کا خاص طور پر اس لیے ذکر کرتے ہیں تاکہ نوجوان اہل علم ان کی طرف متوجہ ہوں اور اس علمی سرمایہ سے استفادہ کریں۔

ایک اور خصوصیت جو ان خطبات میں ہمیں ملتی ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب بڑی ذہانت کے ساتھ علمی استدلال کرتے ہیں۔ خاص طور پر دستوری اور فقہی استدلال کرتے ہیں۔ اور پھر اس استدلال سے اپنے انداز میں نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اسلوبِ استدلال کی ایک بات نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ کہ آپ خارجی شواہد پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اگر ان شواہد سے کسی ایسی روایت کی تائید ہو رہی ہو جس کو ہمارے محدثین نے رد کر دیا ہو یا ضعیف قرار دیا ہو تو ڈاکٹر صاحب ان خارجی شواہد کی بنیاد پر ایسی روایت کو قبول کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتے۔

ڈاکٹر صاحب کا اصول یہ ہے کہ اگر روایت قرآن وسنت اور اسلام کی مجموعی تعلیمات سے متصادم نہ ہو اور ایسے خارجی شواہد موجود ہیں جن سے اس راویت کی تائید ہو رہی ہو تو اسے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً آپ ﷺ کی طرف ایک روایت منسوب ہے کہ:

"علم حاصل کرو اگر چہ چین ہی جانا پڑے۔"

یہ روایت سند کے اعتبار سے سب سے کمزور روایت ہے مگر ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ یہ روایت قرآن کریم کے مجموعی تعلیمات سے متصادم نہیں ہے اس لیے کہ ایسے خارجی اور تاریخی شواہد موجود ہیں جن سے اس روایت کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو چین کے حالات کے بارے میں نہ صرف علم تھا بلکہ آپ کو اس بات کا علم بھی تھا کہ سرزمین حجاز سے چین تک کا راستہ کس قدر دور دراز اور دشوار گذار تھا۔ وہ اس غلط فہمی کو دور کرتے ہیں کہ شاید عہدِ رسالت ﷺ میں لوگ سرزمین چین سے واقف نہیں تھے ڈاکٹر صاحب نے ثابت کیا ہے کہ چین کے تاجر عرب کے کن علاقوں میں آیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے سفر کہاں تک ہوتے رہے۔ چینی تاجروں کے تجارتی تعلقات اور خود رسول اللہ ﷺ کے اسفار کو ذکر کر کے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کافی حد تک چین اور اس کے دشوار گذار راستوں کے بارے میں معلومات تھیں اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں چین جیسے دشوار گزار اور طویل راستے میں سفر کرنا پڑے تو بھی علم کے حصول کے لیے جاؤ۔

اسی طرح فقہ کے طالب علم کو بہت دلچسپی محسوس ہوتی ہے کہ جب وہ استدلال کرتے ہیں کہ ماقبل کی شریعت دستوری اعتبار سے قابل عمل ہے، اس کے لیے وہ قرآن حکیم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ نہ کرلیا ہوتا تو تم پر عذاب نازل کردیتا تم نے ایسا کیوں کیا کہ فدیہ لے کر کفار کے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

﴿لَوْ لَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِي مَا اَخَذْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

اب اس آیت کو سامنے رکھ کر وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جب تک ماقبل کی شریعت کے بارے میں وحی کے ذریعے ترمیم یا تنسیخ نہیں ہوتی اس وقت تک وہ قابل عمل یا قانون واجب العمل ہے اور آپ ﷺ نے اس کے مطابق عمل کیا۔

اس نقطۂ نگاہ سے آپ خطباتِ بہاولپور کا جائزہ لیں تو ڈاکٹر صاحب کی فقہی اور دستوری استدلال بہت کثرت سے ملتے ہیں اگر ہم اس پر کام کریں تو ایک مکمل مقالہ اس موضوع پر لکھا جاسکتا ہے۔ بہرحال یہ چند باتیں ہیں جو میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے خطبات کے بارے میں عرض کرنا چاہتا تھا۔ یہ خطبات آج ہمارے سامنے موجود ہیں اس کے بہت سے ایڈیشن اسلام آباد اور بہاولپور سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ موجود ہے۔ ہم میں سے ہر استاد کو، ہر طالب علم کو، ہر اہل علم کو اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور انہوں نے جو علمی مشن شروع کیا تھا اس کی تکمیل کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین